دینِ اسلام کے مذہبی تہوار و رسوم کا پس منظر دینیاتی مصادر کی روشنی میں: ایک تحقیقی جائزہ

Background of Islamic Religious Festivals and Rites in the Light of Religious Sources: A Research Review

* **Hussan Ara**

** **Dr. Naseem Akhter**

Abstract

Islam is a perfect religion. It teaches its followers good manners step by step. In addition to the acts of worship in life, there are various festivals and rituals in Islam which are proved by the Qur'an and Hadith and the Companions of the Holy Prophet (PBUH).From the Qur'an and Hadith, only two festivals have been proved, one is Eid-ul-Fitr and the other is Eid-ul-Adha. But nowadays various festivals are attributed to Islam which is a total oppression of Islam. This article is written to expose such fabricated festivals and rituals and to examine them in the light of the religious sources of Islam.

Key words: Islam, festivals, the Holy Qur'an and Hadith, Eid-ul-Fitr, Eid-ul-Adha

تمہید

رسم و رواج سماجی زندگی کی علامت ہوا کرتے ہیں اور تہذیب کے اجتماعی پہلوؤں کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہر قوم کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں ان رسوم و رواج کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور تہذیب و ثقافت، اخلاق و عادات، مذہبی عقائد، ذہنی رجحانات اور طرز معاشرت پر ان کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ "یہ رسوم در حقیقت مختلف اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں اور ان کے اسباب میں ملک یا علاقے کے مخصوص حالات، جغرافیائی کیفیت، باشندوں کی ذہنی و جسمانی خصوصیات، مذہبی عقائد، تاریخی و سیاسی ارتقاء، اقتصادی حالت اور تہذیبی اثرات کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے"۔(1)

رسمیں کیسے وجود میں آتی ہیں؟

---

* PhD Scholar Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan

* Associate Professor of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan

رسمیں بالعموم دو طریقوں سے پروان چڑھتی ہیں۔ ایک معاشرتی دباؤ اور دوسرے مذہبی جذبات۔ بعض دفعہ کسی خاص حالت میں اور کسی خاص ضرورت کے تحت ایک کام کیا جاتا ہے اور لوگ اسے حالات وضروریات کے مطابق مفید پاکر اس پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ یہ عمل رفتہ رفتہ اجتماعی اور پھر روایتی شکل اختیار کرلیتا ہے اور آخر کار معاشرہ کی اجتماعی قوت کی بدولت اس کو رسم یا رواج کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کچھ مذہبی افراد دوسرے مذاہب کے پیرو کاروں کی دیکھا دیکھی اپنے مذہبی جذبات کی تسکین کے لیے کچھ ایسے کام شروع کرلیتے ہیں جو بظاہر دینی اقدار کو جلا بخشنے والے ہوتے ہیں۔ پھر دھیرے دھیرے ان کو ایسی مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ رسم کا درجہ پاجاتے ہیں اور ان کے حسن وقبح پر غور کیے بغیر ان کی پاس داری کو ضروری سمجھا جانے لگتا ہے۔ مذہبی ومعاشرتی ہر دو طرح کی رسوم میں بظاہر کچھ خیر کا پہلو ہوتا ہے اور کچھ شر کا۔ معاشرہ بالعموم خیر وشر میں تمیز کئے بغیر پورے کا پورا اختیار کرلیتا ہے اور ان کی پاسداری کو ہر حال میں ضروری سمجھتا ہے۔ یہی اس کا سب سے تاریک پہلو ہے۔ تاریخ کا کوئی زمانہ رسوم ورواج کے اثرات سے خالی نہیں رہا ہے۔ بلکہ ہر قبیلہ، ہر قوم اور ہر تہذیب میں اسے عمومی دستور العمل کی حیثیت حاصل رہی ہے، انبیاء کرامؑ نے جن شریعتوں کو متعارف کرایا، ان کا بنیادی مقصد انسانی معاشرہ کی تہذیب تھا۔ ان شریعتوں میں بھی مروجہ رسومات کی قبولیت واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے[2]۔ یہاں تک کہ آخری نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ نے جو آخری شریعت متعارف کرائی، ان میں بھی عرب کی متعدد پاکیزہ روایات کو شریعت اسلامی کا حصہ بنایا گیا ہے۔ اور ان کی پاسداری کو موجبِ اجر وثواب بتایا گیا ہے[3]۔

اسلام کا نقطۂ نظر

اس سلسلے میں اسلام کا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے، جو رسمیں انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے لیے موزوں ومفید ہیں۔ اسلام نے انہیں اختیار کیا ہے اور ان پر عمل آوری کی ترغیب دی ہے۔ اور جو رسمیں اسلامی مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہیں اور انسانی معاشرہ کے لیے مضر ہیں۔ اسلام نے ان کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ اور ان کے خاتمے کے لیے تدابیر کی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے مکارم اخلاق کی تکمیل والی احادیث کے حوالے سے تہذیب اسلامی کی تشکیل کے اس بنیادی اُصول کو واضح کیا ہے۔[4] اس بنیادی اصول کی تطبیق کی بہترین مثال خطبہ حجۃ الوداع ہے جس میں آپ نے بیک وقت کئی جاہلی رسومات کی بیخ کنی کی اور کئی نئی رسموں کی بنیاد ڈالی اور تابندگی بخشی۔ ایک طرف آپ نے عرصہ دراز سے چلی آرہی سماجی تفریق، انتقامی کارروائی اور سودی لین دین کے یکسر خاتمے کا اعلان کیا تو دوسری طرف جاہلی نظام میں غلام، یتامیٰ اور خواتین جیسے معاشرے کے کمزور طبقات جو اپنے بنیادی حقوق سے بھی محروم تھے، ان کے حقوق متعین کرکے ان کے وقار کو بلند کیا، آخر میں آپ نے تمسک بالکتاب والسنۃ کی تلقین کرکے یہ بات اچھی طرح واضح کردی کہ جو کام یا رسوم ورواج قرآن وسنت کے مطابق اور انسانی معاشرے کے لیے مفید ہوں گے، صرف انہیں اختیار کیا جائے گا باقی تمام معمولات ورسومات کو اسی معیار پر پرکھ کر ان کے رد وقبول کا فیصلہ کیا جائے گا[5]۔ علماء نے قرآن وسنت کی روشنی میں کچھ اصول ومعیار مقرر کردیئے ہیں۔ ان کی روشنی میں مروجہ رسومات کا آسانی سے تجزیہ کیا جاسکتا ہے، جو رسمیں زمانہ بعید سے چلی آرہی ہیں اور جن میں خیر کا پہلو نمایاں ہے، وہ باقی رکھی جائیں گی۔ اسی حوالہ سے ،، عرف وعادت،، کو فقہاء نے شریعت اسلامی کے ضمنی مآخذ میں شمار کیا ہے[6]۔ اور اس سے کئی اہم مسائل حل کیے ہیں۔ مثلاً لباس کا مسئلہ ہے جو لباس ساتر ہو اور معاشرے کے شرفاء نے جسے اختیار کرلیا ہو وہی شرعی لباس کہلائے گا۔ ہر ملک، علاقہ اور خطے کا الگ الگ لباس ہوسکتا ہے۔ اور جو رسومات مذہبی عقائد کے خلاف ہوں، یا جن میں اسراف،

تفاخر، تکاثر، ریا، تکلیف مالایطاق، کفار سے مشابہت اور معصیت میں تعاون کا پہلو پایا جاتا ہو، ان سے بہر حال چھٹکارا حاصل کیا جائے گا۔

رسوم کے خاتمہ میں تعلیم وتہذیب کا کردار

رسم ورواج کی پاسداری یا اس کی خلاف ورزی میں معاشرے کے تعلیمی اور تہذیبی معیار کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں جہالت اور لاشعوری کا غلبہ ہوتا ہے، وہاں رسومات کا اثر سر چڑھ کر بولتا ہے اور جس معاشرے میں بیداری، شعور اور تعلیم وتہذیب کا فروغ ہوتا ہے، وہاں رسمیں اپنے آپ دم توڑنے لگتی ہیں۔ یہ اصول تاریخ کے ہر دور میں کام کرتا رہا ہے، ہندوستانی پس منظر میں ماضی قریب کا جائزہ لیا جائے تو بے شمار ایسی رسومات کا حوالہ ملے گا جو تعلیمی بیداری اور شعور کی پختگی کی وجہ سے مٹتی جارہی ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے زمانے میں مروج صرف پیدائش، شادی اور وفات کی رسومات کا جائزہ لیا ہے جن کی تعداد سو تک پہنچ گئی[(7)]۔ ڈاکٹر محمد عمر نے عہد سلطنت کے جائزہ میں کئی سو رسومات گنوائی ہیں[(8)]۔ ان رسومات کے سدباب کی تدابیر سے پہلے مروجہ رسومات کا مقررہ معیار پر جائزہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے کیوں کہ موجودہ زمانے میں بہت سی سماجی ومذہبی رسموں کا خاتمہ ہوگیا ہے تو کچھ نئی رسمیں وجود میں آگئی ہیں جو رسومات اسلام نے متعارف کرائی ہیں وہ اپنا صحیح مقام نہیں پارہی ہیں۔ غور وفکر کے ہر پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک واضح نقطۂ نظر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

پیدائش کے وقت

بچے کی پیدائش خاندان کے لیے عزت وافتخار کا باعث ہوتی ہے۔ اس موقع پر اسلام نے پانچ باتوں کی ترغیب دی ہے۔ بچے کے کان میں اذان، تحنیک، عقیقہ، عقیقے کے دن بال منڈواکر اس کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنا اور اچھا نام رکھنا، ان تمام رسومات میں نومولود اور خاندان کی بہتری کے عوامل کارفرماہیں۔ اور ان کی خاص بات یہ ہے کہ یہ سارے کام تعمیل سنت میں خاموشی کے ساتھ انجام دیے جاسکتے ہیں۔ مگر بالعموم دیکھا یہ جاتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں ان رسومات کو کماحقہٗ اہمیت نہیں دی جاتی، اذان اور عقیقہ کی رسم تو دیر سویر ادا ہوجاتی ہے، باقی رسومات کی جگہ نئی چیزوں نے لے لی ہے۔ مثلاً چھٹی، چلّہ دھوم دھام سے کیا جاتا ہے۔ پیدائشی کا سامان جمع کرنے میں تکلیف مالایطاق میں مبتلا ہونا ایک فطری امر ہے۔ TV کی نقالی میں مہمل نام رکھ کر خوشی محسوس کی جاتی ہے اور اس کی تلاش میں مہینوں تاخیر کردی جاتی ہے۔ عقیقہ کی دعوت اور پیدائشی کا سامان جمع کرنے اور پہونچانے میں جو شور وغل، دھوم دھام اور لین دین کی خرافات ہوتی ہے، اس سے بیک وقت کئی اسلامی قدریں پامال ہوتی ہیں۔ سنت کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ دولت کے مظاہرے میں تفاخر کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اس کے بڑھتے چلن سے غریب بے چارہ بھی تکلیف مالایطاق میں مبتلا ہوتا ہے۔

شادی کے وقت

شادی زندگی کا اہم پڑاؤ ہے۔ بہت سے لوگ اسے امنگوں اور آرزوؤں کی تکمیل کا موقع سمجھتے ہیں۔ جس کے لیے طرح طرح کی رسمیں ایجاد کی گئی ہیں۔ منگنی، مانجھا، مہندی، بارات، مڑوا، سلامی، نوید اور جہیز وغیرہ جیسی رسموں کو مختلف علاقوں میں بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ اور ان کی ادائیگی میں کافی وقت اور خطیر سرمایہ صرف کیا جاتا ہے۔ ان رسموں کا سب سے قبیح پہلو یہ ہے کہ یہ سب ہندوانہ رسمیں ہیں۔ اس کا اسلامی تہذیب سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے اور ان میں مردوزن کا بے محابہ اختلاط بہت سی بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ اور معاشرے میں فساد کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اس میں نوید، بارات اور جہیز جیسی رسمیں آج

بھی تقریباً ہر جگہ رائج ہیں۔ ان رسومات کی ایجاد کا پس منظر بظاہر بہت ہمدردانہ ہے۔ کسی زمانے میں یہ معاشرے کی ضرورت ہوا کرتی تھیں۔ نوید باہمی تعاون کا مظہر تھا، بارات دولہا اور اس کے ساز وسامان کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے کی جاتی تھی اور جہیز کو وراثت کا بدل سمجھا جاتا ہے[9]۔ موجودہ زمانے میں نوید اور بارات کی ضرورت یکسر ختم ہوگئی۔ نوید محض نامطلوب قرض بنتا ہے۔ دولہے کو اب تحفظ کی ضرورت نہیں رہی، بارات محض شان وشوکت کے اظہار کے لیے ہوتی ہے اور میزبان کو اذیتوں میں مبتلا کرتی ہے۔ اور جہاں تک جہیز کو وراثت کا بدل سمجھنے کا مسئلہ ہے تو یہ صریحاً اسلام کی خلاف ورزی ہے[10]۔ شادی کے موقع پر جاہلانہ تحائف دے کر بیٹیوں کو اس حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ شادی ایک سماجی ضرورت ہے۔ اور ساتھ ہی ایک عبادت بھی۔ اسلام نے شادی کی ترغیب دی ہے اور اس موقع پر خوشی منانے کی اجازت بھی دی ہے۔ مگر شادی کے جو طور طریقے ہمارے معاشرہ میں رائج ہیں۔ اور جن رسومات کی جی جان سے پاسداری کی جاتی ہے، ان میں اکثر تعلیمات اسلام سے متصادم ہیں۔ اسلام رشتوں کے انتخابات میں دین داری کو معیار بنانے، مجمع عام میں نکاح کرنے اور نکاح کے وقت اسلامی احکام کی تلقین کرنے، مہر ادا کرنے اور ولیمہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور ان سب میں سادگی اور کفایت شعاری کی خاص طور پر تاکید کی ہے۔ "إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مَؤُونَةً "[11]"سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جو سب سے کم خرچ میں ہو"۔ اسی معیار پر رسول اکرم ﷺ کے متعدد نکاح ہوئے۔ آپ کی چار بیٹیوں کی شادی ہوئی، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اسی اسوہ پر قائم رہے۔ اس زمانے کی کسی بھی شادی میں دھوم دھام، فضول خرچی، بے جا نمائش کی ایک نظیر بھی نہیں ملتی۔ اسی اُسوہ کی تقلید پر آج بھی شرفاء کے یہاں سادگی ومونٔت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ مگر معاشرے میں عام افراد بالخصوص مالدار طبقہ رسوم کی پاسداری اور فضول خرچی میں روز بروز آگے بڑھ رہا ہے۔ اور ان امور میں جن روایات کی پاس داری کا اسلام نے خاص طور سے حکم دیا ہے وہ نظر انداز ہو جاتی ہیں۔ مثلاً رشتوں کے انتخاب میں دین داری کو معیار بنانا، ایجاب وقبول کے وقت بنیادی احکام کی یاد دہانی یعنی خطبۂ نکاح کا اہتمام اور مناسب مقدار میں مہر کی تعیین اور فوری ادائیگی کی تدابیر۔ موجودہ زمانے میں ان باتوں کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے جب کہ رشتوں میں استحکام کی یہی اصل بنیاد ہیں۔

موت کے بعد

کسی بھی عزیز یا رفیق کا انتقال پسماندگان کے لیے مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ اس موقع پر مختلف مذاہب اور مختلف علاقوں میں الگ الگ رسمیں رائج ہیں، ان رسموں کی نگہبانی میں لوگ طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اسلام میں میت کی تجہیز وتکفین کا بہت سادہ طریقہ بتایا گیا ہے جس میں میت کا پورا احترام ہے اور پسماندگان کے لیے تسلی کا سامان بھی۔ برادران وطن سے متاثر ہو کر کچھ لوگوں نے چند رسمیں اس موقع پر بھی گھڑ لی ہیں۔ مثلاً سوئم، تیرہویں چہلم اور برسی وغیرہ۔ اگرچہ یہ رسمیں ایک مخصوص طبقہ تک محدود ہیں مگر قرآن خوانی کا رواج تقریباً ہر جگہ پایا جاتا ہے اور بڑی عقیدت سے اس کا اہتمام ہوتا ہے، جس میں میت کے انتقال پر محلہ پڑوس یا مدرسے کے بچوں کو بلا کر قرآن مجید پڑھوایا جاتا ہے اور اس موقع پر ان کے لیے ناشتہ وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس اہتمام سے پسماندگان کو تسلی ہو جاتی ہے کہ انہوں نے میت کے ایصال ثواب کے لیے کچھ کوشش کرلی اور رشتے وتعلق کا کسی قدر حق ادا ہو گیا، مگر یہ امر قابل غور ہے کہ پسماندگان اگر خود قرآن پڑھنا نہیں جانتے، ان کی زندگیاں قرآن سے دور ہیں تو کرایہ کے مہمان ان کا یا پسماندگان کا بوجھ کو کچھ بھی ہلکا نہیں کراسکتے، قرآن مجید کا جو مقام

ومرتبہ ہے اور اس کے استعمال واستفادے کے جو طریقے بتائے گئے ہیں صرف انہی مواقع اور طریقوں سے اس کا استعمال ہونا چاہیے۔ قرآن شادی وغمی کے مواقع کی زینت بننے کے لیے نہیں نازل ہوئی ہے۔

مذہبی رسومات

شریعت اسلامی میں صرف دو تہوار مشروع ہیں۔ ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ مگر برادران وطن وقفہ وقفہ سے آئے روز تہوار مناتے رہتے ہیں۔ غالباً اسی کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں نے بھی ۱۵ر شعبان، ۱۲ر ربیع الاول اور دسویں محرم کو تہوار کا دن مان کر بہت سی رسمیں ایجاد کر لیں ہیں۔ شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت میں بلاشبہ کچھ احادیث وارد ہوئی ہیں اور ان کا تعلق، ذکر، دعا، استغفار اور زیارت قبور سے ہے۔ مگر مسلمانوں نے اسے دیپاولی کا متبادل سمجھ کر کھیل تماشہ، آتش بازی اور طرح طرح کے حلوے ملیدہ بنانے اور کھلانے کا دن بنادیا ہے جو سراسر شریعت اسلامی کے منافی ہے۔ اور کار اجر وثواب کے بجائے قابل مواخذہ جرم ہے۔ اسی طرح احادیث میں عاشورہ محرم کے روزہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ رسول پاک ﷺ کا معمول تھا کہ پابندی سے اس دن روزہ رکھتے تھے۔ احادیث میں اس کے کئی سبب بیان کیے گئے ہیں۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَدِينَةَ فَرَأَى اليَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: «مَا هَذَا؟»، قَالُوا: هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوسَى، قَالَ: «فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ»، فَصَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ(12) "ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے۔ (دوسرے سال) آپ ﷺ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا"۔ مگر اب یوم عاشورہ کی پوری تاریخ بدل دی گئی ہے۔ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یوم شہادت کے طور پر منایا جاتا ہے۔ جلسہ جلوس، نعرہ بازی، سینہ کوبی، تعزیہ داری اور متعدد رسوم انجام دی جاتی ہیں۔ اور ان کا سلسلہ چالیس روز تک دراز رہتا ہے۔ یہ رسومات زیادہ تر اہل تشیع انجام دیتے ہیں، مگر سنی حضرات کی سرگرم شرکت اس کو کافی تقویت پہنچاتی ہے۔ یوم عاشورہ کی حقیقی عظمت کو بدل کر شہادت یوم حسین کے حوالے سے جو کچھ کیا جاتا ہے، اس کا اسلامی اقدار وروایات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ 12 ربیع الاول یوم ولادت نبوی ﷺ کو کرسمس کے طرز پر منانا، جلوس نکالنا، علم بلند کرنا، سڑکوں پر چراغاں کرنا بھی صحابہ کرامؓ اور اکابرین امت کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔ حضور مقبول ﷺ سے سال میں صرف ایک دن عقیدت ومحبت کا اظہار کرنا اور اس کے لیے دولت وصلاحیت کا بے جا استعمال کرنا مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آپ سے محبت وتعلق اور عقیدت کا اظہار ہر دن اور ہر وقت ہونا چاہیے۔ آپ سے حقیقی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ زندگی کے ہر لمحہ اور ہر مرحلہ میں آپ کی مکمل تابع داری ہو۔ رسومات کو چھوڑ کر سنتوں کو زندہ کرنے کا رواج ہو۔ اور بدعات ورسومات کی بیخ کنی کرنے والے کے ساتھ نئی رسوم منسوب کرنا ظلم کی ایک شکل ہے۔

دینِ اسلام کے مذہبی تہوار ورسوم

عید الفطر

اسلام ایک جامع اور مکمل مذہب ہے، جو انسانی زندگی کے ہر گوشہ کا احاطہ کرتا ہے، اور ہر موقع پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس میں خوشی اور غم کے مواقع پر شرعی حدود متعین ہیں۔ جہاں اسلام نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو ایک خاص رنگ میں ڈھالا ہے وہیں اس نے تہواروں کو بھی ایک نئی شکل دی ہے- اسلامی تہوار دنیا کے دیگر مذاہب کے تہواروں سے مختلف ہیں ۔ اسلامی تہواروں میں تہوار کی سماجی اہمیت اور اسے منانے کے طریقے، اور اس کی اخلاقی روح نمایاں رہتی ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ ٗ جملہ انسانیت کے لیے مشترکہ جذبات و روایات کے مظہر ہیں۔ اس لیے اسلام ان دونوں عیدوں میں اللہ کی عبادت اور اس کے بندوں کے ساتھ خیر خواہی اور ایثار و ہمدردی کو خوب اہمیت دیتا ہے۔

عید کا مطلب اور مفہوم

"عید" کے لفظ سے عرفِ عام میں یقیناً یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ خوشی کا دن ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس زریں موقع پر انسان کے لیے مسرت و شادمانی کا اظہار کرنا دینی شعار ہے۔،، عید،، کا لفظ عود سے ماخوذ ہے۔ اس لفظ میں لوٹنے، پلٹنے اور بار بار آنے کا مفہوم شامل ہے۔ عادت بھی اسی مادہ سے ماخوذ ہے۔ جب انسان کسی کام کو بار بار کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ اس کا عادی ہے-،، عید،، کو عید اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ دن نئی نئی خوشیوں کے ساتھ ہر سال لوٹ کر آتا ہے- مفردات القرآن میں ہے: ،، عید،، لغت کے اعتبار سے اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے اور اصطلاح شریعت میں ،، عید الفطر،، اور ،، عید الاضحیٰ،، کو عید کہتے ہیں اور یہ دن شریعت میں خوشی منانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے(13)۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عید کے دن ہر انسان اپنی قدر و منزلت، عزت و وقار کی بلندی کی طرف لوٹ آتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ مختلف ہیئت، عمدہ عمدہ لباس، اور نوع بنوع اشیاءِ خورد و نوش اسی عزت و تکریم کے مظہر ہیں۔ اس دن کچھ لوگ مہمان ہوتے ہیں تو کچھ میزبان، کچھ رحم کرتے ہیں تو کچھ رحم کیے جاتے ہیں(14)۔ قوموں کی تاریخ میں بعض اوقات مذہبی، سیاسی، سماجی، اقتصادی، ثقافتی یا اور کسی پہلو سے بعض ایسے ہمہ گیر اور انقلاب آفریں واقعات پیش آجاتے ہیں جو اپنی نوعیت اور اپنی اثر آفرینی کے لحاظ سے اس قوم کی اجتماعی زندگی کا اٹوٹ حصہ، اور اس کے قومی مزاج و کردار کا ایک اہم عنصر بن جاتے ہیں۔ قوم ایسے واقعات کی یاد میں خوشی مناتی ہے، اور جشن کا اہتمام کرتی ہے۔ یہی جشنِ مسرت جس کا بار بار اہتمام کیا جاتا ہے عربی زبان میں ،، عید،، کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے عید ہر وہ قومی اور ملی دن جس میں کسی صاحب فضل یا کسی بڑے واقعہ کی یادگار منائی جائے(15)۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، وہ مختلف اقوام و ملل کے افراد تھے۔ ان لوگوں کی مختلف تہواروں سے وابستگی تھی۔ کسی کا تہوار صرف کھیل کود تھا، تو کسی کا لطف و تفریح۔ کہیں مہذب تفریحات تھیں تو کہیں سنجیدہ مراسم اور مشترک جذبات کا اظہار تھا۔ غرضیکہ ان کے تہواروں کے الگ الگ طریقے اور الگ الگ انداز تھے۔ سب سے پہلے جو عید منائی گئی وہ آدم علیہ السلام کی بارگاہ رب العزت میں توبہ کی قبولیت کے بعد منائی گئی۔ بعض روایات کے مطابق ہابیل و قابیل کی آپسی لڑائی کے بعد صلح ہونے پر فرحت و انبساط کا اظہار بھی بذریعہ عید کیا گیا۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی عید منائی جاتی تھی اور لوگ شہر سے دور جا کر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے تھے۔ اہل مصر اپنے دیوی دیوتائوں کی پیدائش کے دنوں میں عید مناتے تھے۔ تاہم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو جب پروردگار عالم نے فرعون جیسے

جابر و ظالم حاکم کے ظلم وستم سے نجات دی تو اس کے شکریہ میں ان کی قوم ،،روزہ،، کا اہتمام کرتی تھی-اس دن کو بھی عید کی طرح منایا جاتا تھا۔ یہودی ہر نئے چاند کی پہلی تاریخ کو عید کی طرح خوشی مناتے تھے۔ یروشلم کے معاہدے اور فتح کے دن کو ایک تہوار کے طور پر منایا جاتا تھا۔ قدیم یونان کے باشندگان فصل کاٹنے کے دن کو ،،خوشی کا دن،، مقرر کرتے تھے[16] جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا پر پروردگار عالم نے ان کی قوم کے لیے ،،مائدہ،، کا نزول فرمایا: ﴿قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْداً لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ وَارْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ﴾[17] "اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما کہ وہ ہمارے لیے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد کے ہیں، سب کے لیے ایک خوشی کی بات اور تیری طرف سے میری نبوت کی صداقت کی نشانی بن جائے۔ ہمیں رزق دے۔ تو بہترین رزق دینے والا ہے"-ہر قوم وملت میں عید کا کسی نہ کسی طرح وجود ہے اور قریب تمام اقوام میں اجتماعی خوشی ومسرت کے اظہار کا کوئی نہ کوئی طریقہ رہا ہے۔ ایسے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ اسلام جو احسن الادیان اور تاقیامت باقی رہنے والا دین ہے جس میں محمد ﷺ خاتم الانبیاء اور امت مسلمہ خیر امت ہے، ان کے یہاں عید کا کوئی تصور نہ ہو، ایسا ممکن نہیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا"[18] "ہر قوم کی ایک عید ہے، اور یہ ہماری عید ہے"۔ دوسری روایت میں ہے: "هَذَا عِيدُنَا أَهْلَ الإِسْلاَمِ"[19] "یہ عید الفطر ہم اہل اسلام کی عید ہے"۔ عید الفطر موجودہ اعلیٰ اور ارفع ماہِ عبادت (یعنی رمضان المبارک) کے اختتام پر منائی جاتی ہے جس میں انسان محض اللہ رب العالمین کے لیے روزہ رکھتا ہے، ذکر و اذکار کرتا ہے، تلاوتِ قرآن میں مصروف رہتا ہے، زکاۃ و صدقات کرتا ہے۔ اسی ماہ مبارک میں قرآن جو دنیائے انسانیت کے لیے بصیرت اور لازوال ربانی قانون ہے، نازل ہوا ہے۔ ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾[20] "ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں"-اس لیے عید الفطر کا مبارک دن مسلمانوں کے لیے پاکیزہ مسرت کا موقع، تہذیب و شائستگی کا تہوار، نہایت عزت و وقار اور فرحت وانبساط کا دن ہے۔

عید کا تہوار، اتحاد واجتماعیت کا نقیب اور احتساب کا داعی ہے

اسلام کی مقرر کردہ عیدوں اور عبادتوں میں اتحاد واجتماعیت کا نمایاں پہلو واضح ہوتا ہے۔ عید کے زریں موقع پر مختلف محلوں کے مسلمان ایک عید گاہ میں جمع ہو کر ایک امام کی اقتدا میں نمازِ عید ادا کرتے ہیں۔ اس اجتماع سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اسلام کی آواز پر جس طرح ہم عید کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں، اسی طرح ہماری پوری زندگی اتحاد واجتماعیت، تسلیم واطاعت، اور اخوت وہمدردی کا نمونہ ہونی چاہئے۔ اس لیے ہمارا فرض بنتا ہے کہ عید کے موقع پر مسرت وشادمانی کے ساتھ تہذیب و شائستگی اور سلیقہ مندی کا مظاہرہ کریں، تاکہ قرب وجوار اور گردوپیش کے لوگ یہ سمجھ سکیں کہ اسلام انسانی فطرت کے ہم آہنگ، ایک پاکیزہ مذہب ہے اور مسلم قوم ایک سنجیدہ قوم ہے۔ تہذیب و شائستگی، اور صفائی ستھرائی کو ہمارے مذہب میں ویسے بھی ایک اہم مقام حاصل ہے[21]۔ حدیث شریف میں ہے: "الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ"[22] "صفائی وستھرائی نصف ایمان ہے"۔ عید کا دن اجتماعیت کے ساتھ ساتھ احتساب کا دن بھی ہے۔ دنیا کی ہر قوم اپنے کاروبار اور اپنی تجارت کا حساب لگاتی ہے اور دیکھتی ہے کہ ہماری کاوش اور محنت کا ثمرہ کیا ہے؟ دنیاوی معاملہ میں سود وزیاں کا حساب اچھی علامت ہے لیکن اس سے زیادہ ضروری اور بہتر یہ ہے کہ ہم اپنے اخروی معاملے کا حساب لگائیں اور کم از کم ہر سال عید کے موقع پر اپنا، اپنے گردونواح کا جائزہ لیں کیوں

کہ ہم سب اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اگر ہم محاسبہ کر کے اپنی اصلاح نہ کریں تو ہماری عید کی یہ مسرت حقیقی مسرت نہ ہو گی (23)۔

عید، خوشی اور مسرت کا دن

عید خوشی، فرحت و مسرت اور کھانے پینے کے دن ہیں۔ اس دن خوشی کا اظہار کرنا دینی شعار ہے لہٰذا اس خوشی کے موقع پر کھانے کی دعوت دینا، رسم ورواج کے مطابق ایک دوسرے کے گھر جاکر کھانا درست ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إن جمع الناس على الطعام في العيدين و أيام التشريق سنة"(24) "عیدین اور ایام تشریق میں لوگوں کا کھانے کے لیے اکٹھا ہونا سنت ہے"۔ نیز فرماتے ہیں:

"وهو من شعائر الإسلام التى سنها رسول الله ﷺ"(25)

"یہ اسلامی شعائر میں سے ہے جس کو نبی ﷺ نے مسلمانوں کے لیے سنت قرار دیا ہے"۔

لیکن یہ حقیقی خوشی اور مسرت اس شخص کے لیے ہے جس نے ایمان اور احتساب اجر کے لیے ماہ صیام کا روزہ رکھا، قیام اللیل کیا، نمازت، قرآن پاک کی تلاوت کی، گناہوں سے توبہ کی اور دعاء و اذکار، صدقہ و خیرات کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا۔ "ایک شخص عید کے روز امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ خشک نان اور زیتون تناول فرمارہے ہیں۔ اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! عید کا دن اور یہ خشک روٹی؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے شخص! عید اس کی نہیں جس نے نیا لباس پہنا اور ثرید (عمدہ کھانا) کھایا، بلکہ عید تو اس شخص کی ہے جس کے روزے قبول ہوئے، جس کا قیام اللیل قبول ہوا، جس کے گناہ معاف کیے گئے، اور جس کی جدوجہد کی قدر کی گئی"۔(26) یہی اصل عید ہے اور یوں ہمارے لیے آج کا دن بھی عید ہے، کل کا دن بھی عید ہے، اور ہر ایسا دن جس میں ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں، وہ ہمارے لیے عید ہے۔ ایک شاعر کہتے ہیں:

لیس العید. لمن لبس الجدید — اِنما العید لمن اٰمن الوعید (27)

"عید اس کی نہیں جو عمدہ پوشاک زیب تن کر لے، بلکہ عید تو اس کی ہے جو قیامت کے دن سے خوف کھائے"۔

عید الاضحیٰ

عید الاضحیٰ کا پس منظر

10 ذی الحجہ وہ مبارک تاریخی دن ہے، جس میں امتِ مسلمہ کے موسس و مورثِ اعلیٰ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دانست میں اللہ تعالیٰ کا حکم واشارہ پاکر اپنے لختِ جگر سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی رضامندی سے قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کر کے اور ان کے گلے پر چھری رکھ کر اپنی سچی وفاداری اور کامل تسلیم ورضا کا ثبوت دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے عشق و محبت اور قربانی کے اس امتحان میں ان کو کامیاب قرار دے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ وسلامت رکھ کر ان کی جگہ ایک جانور کی قربانی قبول فرمالی تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر،، امامت،، کا تاج رکھ دیا، اور ان کی اس نقل کو قیامت تک کے لیے،، رسم عاشقی،، قرار دے دیا، پس اِس دن کو اُس عظیم تاریخی واقعہ کی حیثیت سے تہوار قرار دے دیا گیا، چونکہ امتِ مسلمہ ملتِ ابراہیمی کی وارث اور اسوۂ خلیلی کی نمائندہ ہے، اس موقعہ پر یعنی ۱۰ ذی الحجہ میں پورے عالمِ اسلامی کا حج میں اجتماع اور اس کے مناسک حج میں قربانی وغیرہ اس واقعہ کی گویا اصل

واول درجے کی یاد گار ہیں۔ اور ہر اسلامی شہر اور بستی میں عید الاضحی کی تقریبات؛ نماز و قربانی وغیرہ اس کی گویا نقل اور دوم درجے کی یاد گار ہیں۔ انہیں وجوہات کی بنا پر اس دن کو،، یوم العید،، یعنی عید کا دن کہتے ہیں۔

عید الاضحیٰ کے معنی

"عید" لفظ "عود" سے مشتق ہے، جس کے معنی "بار بار آنا"۔[28] چنانچہ اس دن کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دن بار بار یعنی ہر سال آتا ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس دن کا نام، عید، اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ عود کرتا ہے، یعنی بندوں پر اپنی رحمت اور بخشش کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے۔[29] عید اضحیٰ، یا، عید الاضحی، کا مطلب ہے، بقر عید، یعنی مسلمانوں کا وہ تہوار جو دس ذی الحجہ کو منایا جاتا ہے، جس میں جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے۔[30] عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا، فَقَالَ: مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحَى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ "[31] انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے (تو دیکھا کہ) ان کے لیے (سال میں) دو دن ہیں جن میں وہ کھیلتے کودتے ہیں تو آپ نے پوچھا" :یہ دو دن کیسے ہیں؟"، تو ان لوگوں نے کہا: جاہلیت میں ہم ان دونوں دنوں میں کھیلتے کودتے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا" :اللہ نے تمہیں ان دونوں کے عوض ان سے بہتر دو دن عطا فرمادیئے ہیں :ایک عید الاضحیٰ کا دن اور دوسرا عید الفطر کا دن۔"

قربانی کے معنی: القربان" کے معنی ہیں"ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کی قرب جوئی کی جائے اور عرف میں قربان بمعنی، نسکیۃ، یعنی ، ذبیحۃ، کے آتے ہیں"۔[32]

قربانی کی فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ القِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا»[33] ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" :قربانی کے دن اللہ کے نزدیک آدمی کا سب سے محبوب عمل خون بہانا ہے، قیامت کے دن قربانی کے جانور اپنی سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئیں گے قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے قبولیت کا درجہ حاصل کرلیتا ہے، اس لیے خوش دلی کے ساتھ قربانی کرو"۔عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ عَمَلًا أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، مِنْ هِرَاقَةِ دَمٍ، وَإِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بِقُرُونِهَا، وَأَظْلَافِهَا، وَأَشْعَارِهَا، وَإِنَّ الدَّمَ، لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا»[34] ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" :یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو ابن آدم کا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں، اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنی سینگ، کھر اور بالوں سمیت (جوں کا توں) آئے گا، اور بیشک زمین پر خون گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام پیدا کرلیتا ہے، پس اپنے دل کو قربانی سے خوش کرو"۔عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الْأَضَاحِيُّ؟ قَالَ: «سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ» قَالُوا: فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «بِكُلِّ شَعَرَةٍ، حَسَنَةٌ» قَالُوا: " فَالصُّوفُ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ:

«بِكُلِّ شَعَرَةٍ مِنَ الصُّوفِ، حَسَنَةٌ»[35] زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے"، لوگوں نے عرض کیا: تو ہم کو اس میں کیا ملے گا؟ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا" :ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی "لوگوں نے عرض کیا: اور بھیڑ میں اللہ کے رسول! آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا" :بھیڑ میں (بھی) ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے"۔

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت

ماہِ ذوالحجہ صرف سفر حج وعمرہ پر روانہ ہونے والوں کے لیے بلکہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں بالخصوص مسلمانوں کے لیے بڑی فضیلت وبرکت اور رحمت والا مہینہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:﴿إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثۡنَا عَشَرَ شَهۡرٗا فِي كِتَٰبِ ٱللَّهِ يَوۡمَ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ مِنۡهَآ أَرۡبَعَةٌ حُرُمٌۚ﴾[36] "جس دن سے اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے اسی وقت سے اللہ کے نزدیک اس کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جن میں چار مہینے حرمت و احترام والے ہیں"۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے تو ان حرمت والے چار مہینوں کی تعیین نہیں کی لیکن اللہ تعالی کی خاص راہنمائی سے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کی تعیین بھی فرمادی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو بکر صدیق سے مروی ہے کہ (حجۃ الوداع کے سال) نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یوم نحر (قربانی کے دن) کو خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں دیگر بہت سے اہم دینی مسائل واحکام کی طرف خصوصی توجہ دلانے کے علاوہ حرمت والے چار مہینوں کی تعیین کرتے ہوئے فرمایا:''ثَلاَثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو القَعْدَةِ وَذُو الحِجَّةِ وَالمحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ، الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ"[37]

"تین مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم تو مسلسل ہیں اور (چوتھا) رجب ہے جو جمادی (الثانیہ) اور شعبان کے درمیان ہے" قرآن کریم اور صحیحین میں مذکور اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ماہِ ذوالحجہ حرمت وفضیلت والا مہینہ ہے۔ پھر اس ماہ کے بھی پہلے دس دن ،عشرہ ذوالحجہ،، کی تو اور بھی بہت فضیلت ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کی حرمت اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم کے تیسویں پارے میں عشرۂ ذوالحجہ کی راتوں کی قسم کھائی ہے۔ اسی طرح نو ذوالحجہ یعنی یوم عرفہ اور دس ذوالحجہ یعنی یوم النحر و قربانی، ان دنوں کی بھی قسم کھائی اور ان کی عظمت و حرمت کو اُجاگر فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۂ فجر کی ابتدائی تین آیتوں میں ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَٱلۡفَجۡرِ وَلَيَالٍ عَشۡرٖ وَٱلشَّفۡعِ وَٱلۡوَتۡرِ﴾[38] "قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی،،۔

امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ فجر سے مراد بطور خاص یوم النحر و قربانی کی صبح ہے اور دس راتوں سے ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں مراد ہیں۔ اپنی اس تفسیر کی تائید میں صحیح بخاری، سنن ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں مذکور وہ ارشادِ نبوی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بھی نقل کیا ہے[39] جس میں آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں:عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ أَيَّامٍ العَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الأَيَّامِ العَشْرِ»، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَا الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَلَا الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ»[40] عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا" :ذی الحجہ کے دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہوں"، لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا" :اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں، سوائے اس مجاہد کے جو

اپنی جان اور مال دونوں لے کر اللہ کی راہ میں نکلا پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں آیا"۔ اندازہ فرمائیں کہ عملی شہادت اور مالی قربانی دینے کے سوا دوسرا کوئی عمل ان دس دنوں میں کیے گئے نیک عمل کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سورہ فجر کی ان ابتدائی آیات کی تفسیر مسند احمد میں حضرت جابر سے یوں مرفوعاً مروی ہے:

"إِنَّ الْعَشْرَ عَشْرُ الْأَضْحَى، وَالْوَتْرَ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَالشَّفْعَ يَوْمُ النَّحْرِ "(41)" دس سے مراد ذوالحج کے پہلے دس دنوں کی راتیں ہیں اور طاق سے مراد یوم عرفہ ہے اور جفت سے مراد نحر و قربانی کا دن ہے کیونکہ وہ دسواں دن ہوتا ہے"۔ اس ماہ ذوالحجہ، پھر اس کے پہلے دس دنوں کی فضیلت و برکت اپنی جگہ خاص یوم عرفہ یعنی نو ذوالحجہ کی تو نبی اکرم ﷺ نے بہت ہی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ نو ذوالحجہ کے روزے کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ، إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ»(42) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ عرفہ کے دن کا روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ مٹادے گا "۔ لیکن یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ جو لوگ حج کر رہے ہوں اور نو ذوالحجہ کے دن میدان عرفات میں موجود ہوں، ان کے لیے یوم عرفہ کا روزہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام فضل سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ کو شک گزرا کہ میدان عرفات میں نبی اکرم ﷺ روزے سے ہیں یا نہیں؟ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ روزے سے ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ ﷺ روزے سے نہیں ہیں، چنانچہ میں نے آپ ﷺ کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا:" فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ، فَشَرِبَهُ"(43)" اس پر ام فضل نے آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا (تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے) آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے، آپ نے دودھ پی لیا"۔ صیام عاشوراء سے دس محرم کا روزہ مراد ہے جس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی ایک روزہ رکھنا مسنون ہے جبکہ عشرۂ ذوالحجہ سے مراد عام لوگوں کے لیے یکم ذوالحجہ سے لے کر نو ذوالحجہ تک کے روزے اور حجاج کے لیے یکم سے لے کر آٹھ ذوالحجہ تک کے روزے مراد ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ سے پوچھا گیا کہ عشرۂ ذوالحجہ افضل ہے یا عشرۂ رمضان؟ تو انھوں نے فرمایا: عشرۂ ذوالحجہ کے دن رمضان کے آخری عشرہ کے دنوں سے افضل ہیں۔ موصوف کے شاگرد رشید علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"اگر کوئی صاحب عقل و خرد اس جواب پر غور کرے تو اسے شافی و کافی پائے گا کیونکہ (ارشاد نبوی ﷺ کی رُو سے) کوئی دن بھی ایسا نہیں جس میں کیا گیا کوئی عمل اس عشرۂ ذوالحجہ کے ایام میں کیے گئے عمل سے افضل ہو۔ پھر انہیں ایام میں یوم عرفہ، یوم نحر اور یوم ترویہ جیسے فضیلت والے ایام بھی شامل ہیں جبکہ رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کی راتیں قیام کی راتیں ہیں، نبی اکرم ﷺ ان میں شب زندہ داری فرمایا کرتے تھے (اسی غرض سے اعتکاف کیا جاتا ہے) اور انھیں راتوں میں سے ایک رات (لیلۃ القدر) بھی ہے، جس کا ثواب ہزار مہینے کی عبادت سے بھی زیادہ ہے۔ کوئی شخص اس تفصیل کے سوا کوئی دوسرا جواب دے تو اس کے بس میں نہیں کہ کوئی دلیل بھی دے سکے"۔(44) آگے چل کر شیخ الاسلام فرماتے ہیں:" ہفتے کے ایام میں سے افضل دن جمعہ، سال کے ایام میں سے افضل یوم نحر اور بعض کے نزدیک یوم عرفہ ہے مگر صحیح یوم نحر ہی ہے کیونکہ حدیث نبوی ﷺ اور پھر امام مالکؒ، شافعیؒ، امام احمدؒ کے نزدیک بھی "یوم نحر" ہی "یوم حج اکبر" ہے۔(45)

مسلمانوں کے مختلف مذہبی تہوار

عید میلاد النبی ﷺ

عید میلاد النبی یا جشن عید میلاد النبی یا صرف میلاد النبیایک اسلامی تہوار یا خوشی کا دن ہے جو اکثر مسلمان (سنی و شیعہ سوائے سلفیوں کے) مناتے ہیں۔ یہ دن مسلمان ہر سال اپنے نبی محمد ﷺ کی ولادت کی مناسبت سے مناتے ہیں۔ یہ ربیع الاول کے مہینہ میں آتا ہے جو اسلامی تقویم کے لحاظ سے تیسرا مہینہ ہے۔ ویسے تو میلاد النبی اور محافلِ نعت کا انعقاد پورا سال ہی جاری رہتی ہیں، لیکن خاص ماہِ ربیع الاول میں عید میلاد النبی کا تہوار پوری مذہبی عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔ یکم ربیع الاول سے ہی مساجد اور دیگر مقامات پر میلاد النبی اور نعت خوانی (مدحِ رسول ﷺ) کی محافل شروع ہو جاتی ہیں جن علماء کرام آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت، آپ کی ذات مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اسی طرح مختلف شعرا اور ثناء خوانِ رسول آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں نعتیہ گلہائے عقیدت اور درود و سلام پیش کرتے ہیں۔ 12 ربیع الاول کو کئی اسلامی ممالک میں سرکاری طور پر عام تعطیل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ انڈیا، امریکا، برطانیہ، کینیڈا، کوریا، جاپان اور دیگر غیر اسلامی ممالک میں بھی مسلمان کثرت سے میلاد النبی ﷺ اور نعت خوانی کی محافل منعقد کرتے ہیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "وَرَأَيْتُ ثَلَاثَ أَعْلَامٍ مَضْرُوبَاتٍ: عَلَمٌ فِي الْمَشْرِقِ , وَعَلَمٌ فِي الْمَغْرِبِ , وَعَلَمٌ عَلَى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ" (46)"میں نے دیکھا کہ تین جھنڈے نصب کیے گئے، ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں، تیسرا کعبے کی چھت پر اور حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہو گئی"۔

کچھ لوگ ماہِ ربیع الاول کے آتے ہی ایک حدیث نشر کرنا شروع کر دیتے ہیں:

"جو بھی اس فضیلت والے ماہ کی مبارک باد سب سے پہلے دے گا، اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جائے گی۔"

یہ جھوٹی اور من گھڑت روایت ہے۔ اس روایت کی سند حدیث کی کتابوں میں نہیں ملی اور خود ساختہ اور من گھڑت ہونے کی علامات اس حدیث پر بالکل واضح ہیں، اس لیے اس کی نبی ﷺ کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ آپ کے بارے میں جھوٹ باندھنے کے زمرے میں آتا ہے اور آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "جس شخص نے میری طرف منسوب کوئی حدیث بیان کی اور وہ خدشہ بھی رکھتا تھا یہ جھوٹ ہے، تو بیان کرنے والا بھی دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ مسلم نے اسے اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں بیان کیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "اس حدیث میں نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے کی سنگینی بیان کی گئی ہے اور جس شخص کو اپنے ظن غالب کے مطابق کوئی حدیث جھوٹی لگی لیکن پھر بھی وہ آگے بیان کر دے تو وہ بھی جھوٹا ہو گا، جھوٹا کیوں نہ ہو؟! وہ ایسی بات کہہ رہا ہے جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی"۔(47)

اور اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ ماہِ ربیع الاول کی جس شخص نے مبارکباد دی تو صرف اسی عمل سے اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جائے گی، یہ بات حد سے تجاوز اور مبالغہ آرائی پر مشتمل ہے، جو اس حدیث کے باطل اور خود ساختہ ہونے کی علامت ہے۔ چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: "خود ساختہ احادیث میں اندھاپن، بے ڈھب الفاظ اور حد سے زیادہ تجاوز ہوتا ہے، جو ببانگ دہل ان احادیث کے خود ساختہ ہونے کا اعلان کرتا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے نام پر خود گھڑی گئی ہے"۔(48)میلادِ نبی ﷺ پر خاص تارے کا طلوع حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "میں سات برس

کا تھا ایک دن پچھلی رات کو وہ سخت آواز آئی کہ ایسی جلد پہنچتی آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی کیا دیکھتا ہوں کہ مدینے کے ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لیے چیخ رہا ہے لوگ اس کی آواز پر جمع ہوئے وہ بولا : یہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا، یہ ستارہ کسی نبی ہی کی پیدائش پر طلوع کرتا ہے اور اب انبیا میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں"۔(49) لفظ مولید کا مصدر ولد ایک عربی لفظ ہے۔ جس کے معنی تولید یا جنم دینا یا وارث کے ہیں۔(50) عصری دور میں مولد یا مولود لفظ حضرت محمد ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کو کہتے ہیں۔(51)

لفظ میلاد و مولد کا اولین استعمال

محمد ﷺ کی ولادت کے احوال کے اظہار و برکات کے سلسلہ میں لفظ میلاد کا اولین استعمال جامع ترمذی میں ہے، جو صحاح ستہ میں سے ایک حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں ایک باب بعنوان ماجاء في ميلاد النبی ﷺ ہے۔ اس بات سے لفظ میلاد کے اولین استعمال کا نشان دہی ہو جاتی ہے۔ اس باب میں وہ روایات جمع ہیں جن میں محمد ﷺ کی پیدائش کا ذکر ہے۔(52)

تقریبات و رسومات

میلاد اکثر اسلامی ممالک میں منایا جاتا ہے اور دیگر ممالک جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہے وہاں پر بھی اس دن سرکاری سطح پر چھٹی نہیں ہوتی۔ ان رسومات میں شرکت کو اسلامی احیاء کے اظہار کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ میلاد کا جشن منانے کے لیے بظاہر عام مسلمانوں کا کوئی ایک واضح مقصد متعین نہیں ہے، جشن مقدس اور حرمت کے نام پر کیا جاتا ہے۔(53)

روزہ

اس دن سنی مسلمانوں کی ایک تعداد روزہ رکھتی ہے۔ جس کی وجہ اسلام میں شکر نعمت پر نماز یا روزہ رکھنے کی سنت ہے، خود محمد ﷺ کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ وہ ہر پیر کے دن اپنی ولادت کی یاد میں روزہ رکھا کرتے (کیونکہ یہی ان کی پیدائش کا دن ہے)۔(54)

جلوس

اس دن کئی ممالک میں عوامی جلوس نکالے جاتے ہیں، سڑکوں، چوراہوں کو سجایا جاتا ہے، جگہ جگہ کھانے پینے کا بندوبست کیا جاتا ہے اور منچ بنائے جاتے ہیں، جن پر علماء کرام سیرت کا بیان کرتے ہیں جو اس دن عام طور پر معجزات نبوی، ولادتِ نبوی، میلاد بطور نعمت کے تشکر جیسے عنوانات پر ہوتے ہیں۔ نعت خواں نعتیں پڑھتے ہیں اور جلوس مخصوص راستوں سے ہوتے ہوئے منزل پر اختتام پزیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس عام طور پر 12 کو نکالے جاتے ہیں، لیکن پورا مہینہ ہی شہر کے الگ الگ گوشوں میں چھوٹے پیمانے پر بھی جلوس، ریلیاں اور گھروں میں مجالس میلاد کا اہتمام کیا جاتا ہے۔(55)

تاریخ

میلاد کی ابتدا (عین ولادت کے دن پیدائش کی خوشی میں کچھ اعمال کا بجالانا) کی وجوہات میں ربیع الاول میں مکہ شہر میں جائے ولادت پر مسلمانوں کا جانا اور قرآن خوانی کرنا، نعت گوئی کرنا اور درود وغیرہ پڑھنا شامل ہے۔ ڈاکٹر این میری شمل نے مجالس میلاد کے انعقاد اور میلاد کی ابتدا اور فروغ کے بارے میں جو رائے دی ہے اس لحاظ سے یا سلسلہ چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوا ہے۔(56) امام سخاوی فرماتے ہیں کہ میلاد منانے کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے اور اس کے بعد سے تمام ممالک میں مسلمان عید میلاد النبی مناتے چلے آرہے ہیں۔(57) مروج میلاد کے سلسلہ میں سید سلیمان ندوی اپنی رائے میں لکھتے ہیں(58) جس نے

اس مہینے کو ولادت نبوی کی یادگار اور محفل میلاد کا زمانہ بنایا۔ ملک معظم مظفر الدین ابن زین العابدین وہ پہلا شخص ہے، جس نے مجلس میلاد (سرکاری طور پر) قائم کی۔ ابن خلکان نے ملک مظفر شاہ اربل (549ھ تا630 ھ) کے حال میں لکھا ہے مولود شریف بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام سے منایا کرتا تھا، یہ صلیبی جنگوں کا دود تھا۔ اس کے لیے ابن وحیہ (متوفی633 ھ) نے604ھ میں کتاب التنویر في مولد السراج المنین لکھی تھی اور بادشاہ نے اسے انعام و اکرام سے نوازا تھا، وہ مشاہیر فضلاء میں سے تھا۔ جلال الدین سیوطی کے شاگرد، محمد بن علی یوسف دمشقی شامی نے سیرت شامی (سبل الدی و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد) میں لکھا ہے کہ؛ سب سے پہلے مولود عمر بن محمد موصلی نے کیا تھا جو ایک نیک آدمی مشہور تھے اور ان کی پیروی سلطان اربل نے کی۔[59] مگر حسن مثنیٰ کی تحقیق کے مطابق سلطان اربل سے بھی پہلے سرکاری مجلس میلاد شاہ سلجوقی نے منائی؛ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے485 ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا چرچا ہوا کیونکہ یہ سرکاری طور پر تھی اس لیے اس کا تذکرہ تاریخ کا حصہ بن گیا۔ ورنہ عوامی طور پر یہ دن عوام اپنے اپنے انداز میں منا رہی تھی۔[60] میلاد سے متعلق جمہور کا عمل یہ ہے کہ اس کا منانا شرعی اعتبار سے جائز نہیں بلکہ یہ بدعت سیئہ ہے۔ اس کا منانا نہ تو نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ثابت ہے نہ خلفائے راشدین اور نہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے۔ لہٰذا میلاد کا منانا شریعت میں ثابت نہیں۔

شبِ برأت

اللہ تعالیٰ کا انسان کو مبعوث کرنے کا مقصود بندگی ہے مگر ہم اپنے مقصدِ تخلیق کو دنیاوی مصروفیات اور مادی محبت کی وجہ سے فراموش کر چکے ہیں۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات کی طرف عدمِ توجہ، عبادات، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت بھی ہمارے سینوں سے نکلتی جارہی ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اپنی اصل کھو دینے اور اپنے مقصد کو بھول جانے کا احساس بھی ہمارے اندر موجود نہیں۔ احساس کا خاتمہ اور قدر و قیمت سے لاعلمی آہستہ آہستہ انسان کو گمراہی کی طرف مائل کرتی چلی جاتی ہے۔ اس صورت حال میں خاص ایام کا انعقاد احساس کو زندہ کرنے کا باعث بنتا ہے تاکہ احکامات الٰہیہ کو بجالایا جائے۔ ہم اگر آج دنیاوی معاملات میں کچھ مخصوص دنوں کو دوسرے دنوں پر زیادہ فوقیت دیتے ہیں، ان دنوں کو تزک و احتشام اور دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ اس کے پس پردہ بھی یہی مقاصد کارفرما ہوتے ہیں۔ اگر ہم یومِ مزدور، یومِ تکبیر اور یومِ پاکستان مناتے ہیں تو محض ان کو Celebrate کرنا ہی مقصد نہیں ہوتا بلکہ وہ ایام ہمیں قربانیوں کی یاد دلاتے ہیں، اپنے مقاصد کو ہمیشہ ذہن میں زندہ رکھنے کے لئے مہمیز کا کردار ادا کرتے ہیں۔ بقاء اور ترقی کے لئے اپنے کردار کو مزید نکھارنے کو دعوت دیتے ہیں۔ اسی طرح اسلامی دنوں میں سے چند دنوں اور راتوں کو بھی اس لئے فضیلت دی ہے کہ یہ دن اور راتیں دوسرے دن اور راتوں سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔ یہ دن اور رات ہمیں جھنجھوڑتے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب ہونے کا احساس دلاتے ہوئے اس منصب کے مطابق کردار ادا کرنے کی طرف راغب کرتے ہیں۔ شب برات بھی ان خاص ایام کے قبیل سے تعلق رکھنے والی ایک اہم رات ہے، جس میں احساسِ زیاں کو اجاگر کرنا مقصود ہے اس لئے کہ قرآن کریم کا الوہی پیغام ،لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ[61] ،لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ[62] کی صورت میں ہر وقت بلند ہورہا ہے۔ براۃ کے معنیٰ ہیں نجات، اور شبِ برات کا معنیٰ ہے گناہوں سے نجات کی رات۔ گناہوں سے نجات توبہ سے ہوتی ہے۔ یہ رات مسلمانوں کے لئے آہ و گریہ وزاری کی رات ہے، رب کریم سے تجدید عہد کی رات ہے، شیطانی خواہشات اور نفس کے خلاف جہاد کی رات ہے، یہ رات اللہ کے حضور اپنے

گناہوں سے زیادہ سے زیادہ استغفار اور توبہ کی رات ہے۔ اسی رات نیک اعمال کرنے کا عہد اور برائیوں سے دور رہنے کا عہد دل پر موجود گناہوں سے زنگ کو ختم کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:﴿حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾[63]"حا میم (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں) اس روشن کتاب کی قسم بے شک ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں اتارا ہے۔ بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں اس (رات) میں ہر حکمت والے کام کا (جدا جدا) فیصلہ کر دیا جاتا ہے"۔

جاراللہ ابو قاسم زمخشری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

نصف شعبان کی رات کے چار نام ہیں:

- لیلۃ المبارکہ
- لیلۃ البراۃ
- لیلۃ الصک
- لیلۃ الرحمۃ

اور کہا گیا ہے کہ اس کو شب برات اور شب صک اس لئے کہتے ہیں کہ بُندار یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ میں وہ پیمانہ ہو کہ جس سے ذمیوں سے پورا اخراج لے کر ان کے لئے برات لکھ دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس رات کو اپنے بندوں کے لئے بخشش کا پروانہ لکھ دیتا ہے۔ اس کے اور لیلۃ القدر کے درمیان چالیس راتوں کا فاصلہ ہوتا ہے[64]۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ یہ رات پانچ خصوصیتوں کی حامل ہوتی ہے۔

- اس میں ہر کام کا فیصلہ ہوتا ہے۔
- اس میں عبادت کرنے کی فضیلت ہے۔
- اس میں رحمت کا نزول ہوتا ہے۔
- اس میں شفاعت کا اتمام ہوتا ہے۔
- اور پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس رات میں یہ عادت کریمہ ہے کہ اس میں آب زمزم میں ظاہراً زیادتی فرماتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے تیرہ شعبان کی رات کو اپنی امت کی بخشش کے بارے میں سوال کیا تو آپ کو تیسرا حصہ عطا فرمایا گیا۔ پھر چودھویں رات کو دعا مانگی تو آپ کو دو تہائی امت عطا فرمائی گئی۔ پھر آپ ﷺ نے پندرھویں شعبان کی رات کو دعا مانگی تو آپ کی تمام امت سوائے چند نافرمان اشخاص کے آپ کے سپرد کر دی گئی۔[65]

امام بغوی نے نبی اکرم ﷺ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يُبْرَمُ أَمْرُ السَّنَةِ، وَيُنْسَخُ الْأَحْيَاءُ مِنَ الْأَمْوَاتِ''[66]"شعبان سے شعبان تک اموات لکھی جاتی ہیں یہاں تک کہ آدمی نکاح کرتا ہے اور اس کے گھر اولاد پیدا ہوتی ہے حالانکہ اس کا نام مُردوں میں لکھا جا چکا ہوتا ہے"۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارکہ ﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ کے تحت روایت کی ہے۔ آپ نے

فرمایا: ''وَيُكْتَبُ الحاج فلا يزاد فيهم لا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَحَدٌ ''(67)''ایک سال سے دوسرے سال تک کے امور (شقاوت و سعادت) یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس کتاب میں تحریر ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا''۔

امام جلال الدین سیوطی،، تفسیر در منثور،، میں لکھتے ہیں: ''عَن عَائِشَة رَضِي الله عَنْهَا قَالَت: كَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَصُوم شعْبَان كُله حَتَّى يصله برمضان وَلم يكن يَصُوم شهرا تَاما إِلَّا شعْبَان فَقلت يَا رَسُول الله: إِن شعْبَان لمن أحب الشُّهُور إِلَيْك أَن تصومه فَقَالَ: نعم يَا عَائِشَة إِنَّه لَيْسَ نفس تَمُوت فِي سنة إِلَّا كتب أجلهَا فِي شعْبَان فَأحب أَن يكْتب أَجلي وَأَنا فِي عبَادَة رَبِّي وَعمل صَالح''(68)

''رسول اللہ ﷺ تمام شعبان کے روزے رکھ کر اس کو رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے اور آپ کسی بھی ماہ کے تمام دنوں کے روزے نہ رکھتے تھے سوائے شعبان کے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ شعبان کا مہینہ آپ کو بڑا پسند ہے کہ آپ اس کے روزے رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا): کوئی نفس بھی پورے سال میں فوت نہیں ہوتا مگر اس کی اجل شعبان میں لکھ دی جاتی ہے۔ تو میں پسند کرتا ہوں کہ جب میری اجل لکھی جائے تو میں اللہ کی عبادت اور عمل صالح میں مصروف ہوں''۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُومُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا نَهَارَهَا، فَإِنَّ اللَّهَ يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا، حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ"(69)''جب نصف شعبان کی رات آئے تو رات کو قیام کرو اور اس کی صبح کا روزہ رکھو کیونکہ اس رات کو اللہ تعالیٰ کی رحمت غروب آفتاب سے لے کر آسمان دنیا پر آکر پکارتی ہے: ہے کوئی بخشش مانگنے والا میں اس کو بخش دوں، ہے کوئی رزق کا طالب میں اس کو رزق دوں، ہے کوئی بیمار جو شفا طلب کرے، میں اس کو شفا دوں، یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے''۔'' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَخَرَجْتُ، فَإِذَا هُوَ بِالبَقِيعِ، فَقَالَ: «أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ، فَقَالَ: «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ ''(70)''حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کی آپ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایک رات بستر استراحت پر نہ پایا تو میں آپ کی جستجو میں نکلی آپ کو بقیع میں اس طرح پایا کہ آپ کا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تمہیں اس کا خوف ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا۔ عرض کیا: مجھے یہ خوف نہیں ہے مگر میں نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ کسی اور زوجہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ (عزوجل) آسمان دنیا کی طرف پندرھویں شعبان کی شب کو (اپنی شان کے مطابق) نزول فرماتا ہے۔ پس قبیلہ،، بنی کلب،، کی بکریوں کے بالوں کی گنتی سے زیادہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو بخش دیتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " يَنْزِلُ اللهُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِكُلِّ شَيْءٍ إِلَّا رَجُلٍ مُشْرِكٍ أَوْ فِي قَلْبِهِ شَحْنَاءُ"(71)''نصف شعبان کی رات رحمتِ خداوندی آسمان دنیا پر نازل ہوتی ہے۔ پس ہر شخص کو بخش دیا جاتا ہے سوائے مشرک شخص کے یا جس کے دل میں کینہ ہو''۔

امام بیہقی نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے رات کو اٹھ کر نماز پڑھی اور بہت طویل سجدہ کیا، حتی کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں اٹھی اور آپ کے پائے اقدس کا انگوٹھا ہلایا وہ ہلا تو پھر میں

لوٹ آئی۔ جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور نماز تمام کی۔ تو فرمایا: اے عائشہ اے حمیرا: کیا تم کو یہ گمان ہو گیا تھا کہ نبی ﷺ نے تم سے زیادتی کی ہے؟ عرض کیا: نہیں خدا کی قسم! یارسول اللہ ﷺ لیکن آپ کے طویل سجدہ نے مجھے وفات کے خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔ فرمایا: کیا تم جانتی ہو کہ یہ کونسی رات ہے؟۔ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ فرمایا: پندرھویں شعبان کی رات ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس رات میں اپنے بندوں پر ظہور فرماتا ہے تو توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور رحم چاہنے والوں پر رحم فرماتا ہے اور کینہ پروروں کو جیسے وہ تھے۔ اسی پر رکھتا ہے۔(72)

درج بالا تمام اقتباسات اور احادیث مبارکہ سے عیاں ہوتا ہے کہ شب برات بھٹکے ہوئے اور سرکش لوگوں کے لئے ایک دستک ہے جو آخرت کی زندگی کو بھول کر دنیاوی زندگی کے گورکھ دھندوں میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ رات ان کے لئے اپنے رب کی طرف بلاوہ، اور اسے منانے کی رات ہے۔ جب کوئی شخص کماحقہ اس رات کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی یاد میں بسر کرتا ہے، تسبیح و تہلیل کرتا ہے، درود و سلام کے گجرے پیش کرتا ہے، گناہوں سے معمور دامن ذکر الٰہی سے صاف کرتا ہے تو یہ رات اسکے لئے بہت سے انعام و اکرام لاتی ہے۔ تقدیریں بدل جاتی ہیں، زندگی کے حالات بدل جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس ایک عظیم رات کو اس میں کار فرما روح کے مطابق گزارنے کے ہی بدولت ممکن ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔﴿يَمۡحُواْ ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ وَيُثۡبِتُۖ وَعِندَهُۥٓ أُمُّ ٱلۡكِتَٰبِ﴾(73)"اللہ جس (لکھے ہوئے) کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) ثبت فرما دیتا ہے، اور اسی کے پاس اصل کتاب (لوحِ محفوظ) ہے"۔ شب برات ہمارے احوال کو بدل دیتی ہے۔ اگر انسان احسن طور پر اس کے لوازمات پورے کرے تو یہ رات گناہوں کے ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر اس رات اپنے رب کے حضور ندامت اشک کے آنسو بہائے اور نالہ و فریاد کرے، اپنے صغائر و کبائر گناہوں کے لئے معافی کا خواست گار بنے تو اس وقت بدحالی، خوشحالی اور تنگی، آسانی میں بدل جاتی ہے۔ بنی اسرائیل کے ایک بے حد گناہگار شخص نے صرف توبہ کا ارادہ کیا، ابھی مکمل طور پر توبہ نہ کی، مگر نیت و ارادہ کے سبب تقدیر بدل دی گئی اور جنت میں پہنچایا گیا۔ اگر آج حضور ﷺ کی افضل امت کا ایک گناہگار اور سرکش شخص توبہ کرے تو کیا اس کی تقدیر نہیں بدل سکتی؟ بالخصوص شب برات کا تو اور افضل مقام ہے جہاں حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کی رو سے اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگنا اور آہ وزاری کرکے اپنے رب سے آئندہ گناہوں سے سچی توبہ کرنا ہے۔ شب برات ہمیں اس عمل کی طرف دعوت دے رہی ہے کہ اس رات محاسبہ نفس، توبہ، تجدید عہد کے ذریعے دنیاوی و اخروی فلاح کا ساماں تیار کریں۔

شب برات کا دوسرے دنوں اور راتوں سے موازنہ کیا جائے تو شب برات دوسرے شب و روز سے بالکل مختلف ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکامات کی بجا آوری کا صلہ ہیں۔ اس میں انسان کو رمضان المبارک کے روزوں کی ادائیگی کے عوض عید الفطر کی خوشی عطا ہوتی ہے۔ عیدین کا تعلق ہمارے باہمی معاملات سے ہے۔ احکامات کی بجا آوری کا صلہ اور انعام ہے۔(74) اگر ہماری روزمرہ زندگی کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں یہ احساس پیدا ہونا چاہئے اور عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ ہم آئے روز اپنے بہت سے اعزاء و اقارب اور دوست احباب کو کل نفس ذائقۃ الموت کے ارشاد کے مطابق اپنے سے رخصت کرتے ہیں۔ اُن کا رخصت ہونا اصل میں ہمارے لئے دعوتِ فکر ہے کہ ہم نے اپنے لئے کیا سامان تیار کر رکھا ہے؟ شب برات دنیا و آخرت کے سنوارنے کے لئے ایک فکر کا نام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ سے دوری کو ختم کرکے قربت کی طرف ایک الارم ہے۔ حب الٰہی اور محبت رسول ﷺ کی طرف ایک دعوت ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر

انسان دنیا اور آخرت سنوار سکتا ہے۔ شب برات ہمارے لئے ایک الٹی میٹم ہے کہ اس رات اللہ کی یاد میں اشکبار ہوں۔ یہ رات اللہ کے فیوضات کا بحر بیکراں ہے جس میں غوطہ زن ہو کر اپنے من کو سیر اب کیا جا سکے۔ لیکن آج کے دور میں ہم اس کے بر عکس اس رات کو پٹاخوں اور آتش بازی جیسے کاموں کی نذر کر دیتے ہیں۔[75] شب برات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اسلام کے اصولوں سے عاری لوگوں کے خلاف ایک نقارہ ہے جس میں باور کروایا جا رہا ہے کہ یہ یاس اور قنوطیت تمہارے کئے ہوئے اعمال کی بناء پر ہے۔ اس رات اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف ترغیب دی جا رہی ہے۔[76]

خلاصۂ کلام

اسلام میں صرف دو ہی تہواریں ہیں ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ۔ اس کے علاوہ کسی دن کو اسلامی تہوار سے مناسبت دینا غلط ہے۔ عصرِ حاضر میں یہ جو مختلف رسومات و تہوار جنم لیے ہیں یہ محض من گھڑت، بدعت اور فضول اخراجات پر مبنی ہے جیسا کہ آجکل ہم دیکھ چکے ہیں کہ میلاد منانے کے لیے کیک اور سٹیج شو کی تقاریب منعقد ہوتی ہیں۔ لہٰذا ایسے تہوار جو نہ تو قرآن و سنت سے ثابت ہوں اور نہ صحابہ کرام کا عمل رہا ہو وہ تہوار شرعاً منانا جائز نہیں۔

References

[1] Razzaqi, Shahid Hussain, Pakistani Musalmanu kay Rasmu wa riwaj, idara Islami Siqafat, Lahore, 1981, p.26.

[2] Nadvi, Syed Sulaiman, Sirat-un-Nabi, Dar-ul-Musnafin, Shibli Academy, Azamgarh, 2011, Volume 4, Page 234.

[3]Nadavi, Sayyid Sulayman, Sira al-Nabawi, vol. 4, p. 234.

[4] Delhi, Shah Waliullah, Hujjatullah al-Balghah, vol. 1, p. 49. Qasmi, Muhammad Saud Alam, Islami tahzeeb or Rasmu riwaj, Mahnama Zindagi No, Volume 7, Issue 2, August 1987, Page 29.

[5] Thanvi, Ashraf Ali, Islah-ul-Rasoom, Ashrafia Institute, Lahore, 1957, p.105.

[6]Nadavi, Ashhad Rafiq, Customs and Habits, Quarterly Nizam-ul-Quran, Madrasa-ul-Islah Sarai Mir, Sun, p.28.

[7] Thanawi, Ashraf Ali, Islah al-Rasoom, p. 106.

[8]. Muhammad Omar, The Impact of Indian Civilization on Muslims, Director Publications Division, Ministry of Information and Broadcasting, Government of India, New Delhi, 1975, p.33.

[9] Razzaqi, Shahid Hussain, Pakistani Musalmanu kay Rasam wa rewaj, p.27.

[10]. Muhammad Shafi, Ma'arif-ul-Quran, Maktab-ul-Ma'arif, Karachi, 2008, Tafseer of Surah An-Nisa ', verse no. 10, vol. 2, p. 311.

[11]Al-Shaibani, Abu Abdullah Ahmad Bin Muhammad Bin Hanbal, Musnad Al-Imam Ahmad Bin Hanbal, Research of Shoaib Al-Arnaout, Al-Risalah Foundation, Beirut, 1421 AH, 2001, Chapter Musnad Al-Siddiqah.vol41.p75,Raqmul Hadees:24529.

[12] Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad Bin Ismail, Sahih Bukhari, Taqiq Muhammad Zuhair Bin Nasser, Dar Tawq Al-Najat, Beirut, 1422 AH,kitabul Alsoom babul Seyam youm ashore,vol3,p44,Raqmul hadees2004.

[13]Ragheb Isfahani, Abu Al-Qasim Al-Hussein Bin Muhammad, Al-Mufradat Al-Quran Fi Gharib Al-Quran, Taqiq Safwan Adnan Al-Dawoodi, Dar Al-Qalam,Aldawdi,Darul Alqalm,aldar alshamia,Damishq,Barot,1412h,mada aod.vol1,p594.

[14] Al-Qurtubi, Shams-ud-Din, Abu Abdullah Muhammad ibn Ahmad ibn Abi Bakr, Al-Jami 'al-Ahkam al-Quran known as Tafsir Qurtubi,Tahqeeq Ahmad Albaroni,darulkuttub Almisria,Alqahira,1384h,1964m,tafseer Sora e Almaida,Ayat No 115,j6,p368.

[15] Bukhari, Syed Aman Shah, From the point of view of fasting and Eid-ul-Fitr training, Syed Hassan Shah Academy, Raja Jang Kasur, 2000, p.90.

[16] Sheikh Ahmad Deedat, Judaism, Christianity and Islam, Translator Misbah Akram, Abdullah Academy Al Karim Market Urdu Bazaar Lahore, 2010, p.224.

[17] Sora e Almaida5:114.

[18] Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad Bin Ismail, Sahih Bukhari, Taqiq Muhammad Zuhair Bin Nasir, Dar Tawq Al-Najat, Beirut, 1422 AH.Kitabul Aledain Bab Sunnah Aledain lilahal Alislam,vol2,P17,Raqmul Hadees952.

[19] Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad Bin Isma'il, Sahih Al-Bukhari, Kitab Al-Eidin, Bab Izha Fatah Al-Eid Yussalli Rak'atin, Volume 2, Page 23, Number of Hadith: 987.

[20]Al-Baqarah 2: 185.

[21] Bukhari, Syed Aman Shah, Fasting and Eid-ul-Fitr from a Training Perspective, p.91.

[22] Al-Nishapuri, Muslim Ibn Al-Hajjaj, Sahih Muslim, Taqiq Muhammad Fawad Abdul Baqi, Darahiya Al-Tarath Al-Arabi, Beirut, Bab Fazl Al-Wudoo ', Volume 1, Page 203, Hadith Number: 1/223

[23] Bukhari, Syed Aman Shah, Fasting and Eid-ul-Fitr from a Training Perspective, pp. 91, 92.

[24] Ibn Taymiyyah, Abu al-Abbas, Taqi al-Din Ahmad ibn Abdul Haleem, Total Fatwas, Taqiq Abdul Rahman ibn Muhammad ibn Qasim,Mujamma Almalik fahad liteba e ya Almushif Alshareef,Al madena tul Al munawera, Saudi Arabia,1416h,1995m,vol25,P298.

[25] Ibid

[26] Mubarakpuri, Mohammad Aslam, Eid-ul-Fitr: Ijtemaeyat ka Naqeb or Ihtesab ka Dae,Dar ul Al dayafa,jamia Salfia Banaras,Hindustan,1999,P18.

[27] Sheikho, Rizqullah bin Yusuf, Free Literature in Hadaiq Al-Arab, Al-Abaa Al-Suwa'een Press, Beirut, 1913, Zikr Faroo Shajrat Al-Iman E Al-Amal, Volume 2, Page 14. Al-Hamzani, Baha'u'llah Muhammad ibn Husayn ibn Abdul Samad, Al-Kashkul, Tahaqiq Muhammad Abdul Kareem al-Nimri, Dar al-Kitab al-'Ulamiyah, Beirut, 1418 AH, 1998,Vol1,P168.

[28] Ragheb Isfahani, Abu Al-Qasim Al-Hussein Bin Muhammad, Al-Mufradat Al-Quran Fi Gharib Al-Quran, Mada Oud, Volume 1, Page 594.

[29] Dehlavi, Nawab Muhammad Qutbuddin Khan, Mazahir-e-Haq Jadeed Sharh Mushkoot Sharif Urdu, Darul Ashaat MA Jinnah Road, Karachi, Sun, Volume 1, Page 898, 899.

[30] Ferozuddin, Feroz Allagat Jadeed, Feroz Sons Pvt.Lahore,S,N, Mada an ya,P908.

[31] Al-Sijistani, Abu Dawud Sulaiman bin Al-Ash'ath, Sunan Abi Dawud, Muhammad Mohi-ud-Din Abdul Hameed, Maktab Al-Asriya, Saida, Beirut, Sun, Tafrah Abbaab Al-Jumu'ah, Bab Salat Al-Eidin, Volume 1, Page 295, Number of Hadith: 1134.

[32]Ferozabadi, Majid-ud-Din Abu Tahir Muhammad Bin Yaqub, Al-Qaamoos Al-Muheet, Taqiq Muhammad Naeem Al-Arqsoosi Ibn Manzoor, Abu al-Fadl Jamal al-Din Muhammad ibn Mukarram ibn Ali, Lisaan al-Arab, Dar al-Sadr, Beirut, 1414 AH,2005,Bab Fasal Al qaf,mada qaf ra ba,vol1,p123.
[33] Al-Tirmidhi, Abu Isa Muhammad ibn Isa, Jami 'al-Tirmidhi, Kitab al-Adhahi an-Rasoolullah, may God bless him and grant him peace,Vol4,P83,Raqamul Hadees:1493.
[34] Al-Qazwini, Ibn Majah, Abu Abdullah Muhammad ibn Yazid, Sunan Ibn Majah, Kitab al-Adhahi, Chapter: Tawab al-Adhahi, vol. 2, p. 1045, Hadith number: 3126.
[35]Ibid,Raqmul Hadees:3127.
[36] Sora e Al tuba9:36.
[37] Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad ibn Isma'il, Sahih Bukhari, Kitab-e-Badd-e-Akhlaq, Bab-e-Ma-Ja'a fi Sab'-e-Ardheen, vol. 4, p. 107, Hadith number: 3197. Al-Nishapuri, Muslim Ibn Al-Hajjaj, Sahih Muslim, Chapter Taghleez Tahrim Al-Damaa 'wa Al-Aarad, Volume 3, Page 1305, Hadith No. 29/1679.
[38] Sora e Al Fajar 89:1 ta3.
[39] Ibn Katheer, Abu Al-Fida Ismail Ibn Umar, Tafseer of the Holy Quran known as Ibn Katheer, Taqiq Muhammad Hussain Shams-ud-Din, Dar Al-Kitab Al-Ulamiya Beirut, 1419 AH,Tafseer Sora e Alfajar,Ayat No 1 ta 3,J 8, P381.
[40] Al-Tirmidhi, Abu Isa Muhammad ibn Isa, Jami 'al-Tirmidhi, Kita bul Al seyam An Rasool Allah SAW,Bab MA JA fe Alamal fe Ayyam Alashar,vol3,P121,Raqmul Hadees:757.
[41] Al-Shaibani, Abu Abdullah Ahmad ibn Muhammad ibn Hanbal, Musnad of Imam Ahmad ibn Hanbal, Taqiq Shoaib al-Arnaout, Al-Risalah Foundation, Beirut, 1421 AH, 2001, chapter Musnad Jabir ibn Abdullah, vol. Ibn Katheer, Abu Al-Fida Isma'il Ibn Umar, Tafsir Al-Quran Al-Azeem Al-Ma'ruf by Ibn Katheer, Tafsir Surah Al-Fajr,Ayat No 1 ta 3,Vol8,P382.
[42] Al-Tirmidhi, Abu Isa Muhammad ibn Isa, Jami 'al-Tirmidhi, Kitabul Al seyam An Rasool Allah SAW,Bab ma jah fee Fazal soom Arfah,vol 3,P115,Raqmul Hadees 749.
[43] Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad ibn Isma'il, Sahih Bukhari, Kitab-e-Soom, Bab-e-Soom-e-Yom-e-Arafat, vol. 3, p. 42, Hadith number: 1988.
[44] Ibn Taymiyyah, Abu al-Abbas, Taqi al-Din Ahmad ibn Abdul Haleem, Total Fatwas, Taqiq Abdul Rahman ibn Muhammad ibn Qasim, ,Mujamma Almalik fahad liteba e ya Almushif Alshareef,Al madena tul Al munawera, Saudi Arabia,1416h,1995m,vol25,P287,288.
[45] Ibn Taymiyyah, Abu al-Abbas, Taqi al-Din Ahmad ibn Abdul Halim, Total Fatwas, vol. 25, p. 289.
[46] Isbahani, Abu Naeem Ahmad ibn Abdullah ibn Ahmad, Dalail al-Nabwa, Taqiq Dr Muhammad Rawas Qilaji and Abdul Bar Abbas, Dar al-Nafais, Beirut, 1406 AH, 1986, Bab al-Qawl Fima Oti Isa (as) qul Fazelatu,J1,P610,Raqmul Hadees:555.
Yi sakhat Zaeef (yap her Muzu) rewayat ha que kay;
1is ka rawi, Yahya ibn Abdullah al-Babalti zwaeef hay.
2. Hafiz Ibn Hajar (may Allah have mercy on him) has declared it weak. (taqreeb al Tahzeeb: 7585) and (tahzeeb al tahzeeb: Volume 11, Page 240 No .: 393)

3. Abu Bakr ibn Abi Maryam, the teacher of Yahya ibn Abdullah sakhat zwaeef rawe ha
4. Imam Ahmad, Abu Dawud, Abu Hatim, Abu Zara'at, Yahya ibn Mu'in, Dar al-Qatani, al-Nisa'i (may Allaah have mercy on him) and is ka elawa bhi kae degar Muhaddeseen ny zwaeef wa majroh qarar diya ha. (taqreeb Al tahzeeb: 7974) and see: tahzeeb Altahzeeb: Volume 12, Page 28, Number: 139.

[47]Al-Nudi, Abu Zakaria Mohi-ud-Din Yahya bin Sharaf, Sharh Sahih Muslim, Darahiya Al-Tarath Al-Arabi, Beirut, 1392 AH, Volume 1, Page 65.

[48] Al-Jawzi, Ibn Qayyim, Shams-ud-Din Muhammad ibn Abi Bakr ibn Ayub, Al-Manar Al-Munaif Fi Sahih Wal-Da'eef, Tahiqiq Abdul Fattah Abu Ghada,Maktaba Al matubat Ala Islamia,Hallb,1390H,1970M,P50.

[49]Isbahani, Abu Naeem Ahmad ibn Abdullah ibn Ahmad, Dalail al-Nabwa, vol. 1, p. 75.

[50] Louise Maalouf, Al-Munajjid, Dar-ul-Ashaat, Karachi, 1960.

[51] Muhammad Muzaffar Alam, Milad-un-Nabi in Urdu, Research, Criticism, History, Fiction House, Lahore, 1998, Chapter One, Page 19۔

[52]IBID

[53] Schielke،Samuli (2006 ستمبر). "On Snacks and Saints: When Discourses of Rationality and Order Enter the Egyptian mawlid". Archives de sciences sociales des religions 135: 117. doi:10.4000/assr.3765.

[54] Al-Nishapuri, Muslim ibn Al-Hajjaj, Sahih Muslim, Kitab al-Siam, Chapter Istihab of fasting for three days from all cities, vol. 2, p. 819, Hadith number: 1162.

[55] Encyclopedia of Islam, "Milad Ya Molood", Second Edition, December 25, 2018۔

[56]N. Mary Shamal, And Muhammad Is His Messenger: The Veneration of the Prophet in Islamic Piety (Studies in Religion) ،vanguard books, 1987, Lahore, P. 145.

[57]Missri , Mohammad Reza, Mohammad Rasoolullah, Translator Mohammad Adil Qudusi, Taj Company Limited, 1985, p. 33.

[58]Nadvi, Syed Sulaiman, Sira-un-Nabi, Maktab-e-Islamia opposite Rehman Market, Ghazni Street, Urdu Bazaar, Lahore, 2012, Volume 3, Page 746.

[59]Mirza Puri, Abdul Shakoor, Tarikh Milad, Darul Ashaat, Karachi, 1978, p.16.

[60] Nadvi, Hassan Muthanna, Celebration of Milad-un-Nabi, Planet Digest, November 1973, Volume 2, Page 455, 456.

[61]Sora e Al Baqrah 39:27.

[62]Sora e Al Nahal16:44.

[63]Sora e Al Dukhan44:1ta4.

[64]Zamakhshari Jarullah, Abu Al-Qasim Mahmud Bin Amr Bin Ahmad, Tafsir Al-Kashaf, Dar Al-Kitab Al-Arabi, Beirut, 1407 AH,Tafseer Sorat ul Dukhan Ayat No 1 ta 4,vol4,p272.

[65]Zamakhshari Jarullah, Abu Al-Qasim Mahmud Bin Amr Bin Ahmad, Tafsir Al-Kashaf, Tafseer Sorat ul Dukhan Ayat No 1 ta 4,vol4,p272

[66]Al-Razi, Ibn Abi Hatim, Abu Muhammad Abdul Rahman Bin Muhammad, Tafsir Al-Quran Al-Azeem, Taqiq Asad Muhammad Al-Tayyib, Maktab Nazar Mustafa Al Baz, Saudi Arabia, 1419 AH, vol.10,P3287,Raqmul Hadees 18531.

[67] Ibid.

[68]Al-Suyuti, Jalal al-Din 'Abd al-Rahman ibn Abi Bakr, Al-Dar al-Manthur, Dar al-Fikr, Beirut, Tafseer sora tul Al dukhan Ayat No 1 ta 5,vol7,p402.

[69] Al-Qazwini, Ibn Majah, Abu Abdullah Muhammad Bin Yazid, Sunan Ibn Majah, Taqiq Muhammad Fawad Abdul Baqi, Darahiya Al-Kitab Al-Arabiya, Beirut, vol1,P444 Hadith number: 1388.

[70]Al-Tirmidhi, Abu Isa Muhammad ibn Isa al-Tirmidhi, Jami 'al-Ahmad Shakro Muhammad Fawad Abdul Baqi, Maktab Mustafa al-Babi al-Halabi,Missar, 1395 AH, 1975 C3, p.107.

[71] Al-Bayhaqi, Abu Bakr Ahmad Bin Al-Hussein Bin Ali, Shaab Al-Iman, tahqeeq Dr. Abdul Ali Abdul Hameed Hamid, Maktab Al-Rashd for Publishing and Distribution, Riyadh, 1423 AH, 2003, bab Ma Ja fe lalatul Al nisf man shaban,Vol5,P358,Raqmul Hadees:3550.

[72]Al-Bayhaqi, Abu Bakr Ahmad Bin Al-Hussein Bin Ali, Shaab Al-Iman bab Ma Ja fe lalatul Al nisf man shaban,Vol5,P364,Raqmul Hadees:3557.

[73]Sora e Al raad13:39.

[74] Bukhari, Syed Amanullah, Shab-e-Barat or Uski sharai Haseyat, Syed Hassan Shah Academy, Raja Jang, Kasur, Sun, p.23.

[75] Bukhari, Syed Amanullah, Shab-e-Barat or uski sharai Haseyat, p.24.

[76] Ibid